قرآن اور جدید سائنسی اکتشافات
ایک تحقیقی جائزہ

ڈاکٹر مسرت جہاں☆

تلخیص:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

افلایتدبرون القرآن ٥(۴: ۸۲)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید وہ صحیفہ آفاقی ہے جو علم وحکمت سے پُر ہے۔ اسرار ورموزِ کائنات تہہ درتہہ اس کے قاری پر اس وقت کھلتے چلے جاتے ہیں جب وہ قرآن میں غور وفکر کرتا ہے۔ راز ہائے سربستہ راز نہیں رہتے۔ آیات بیّنات بنی نوع انسان کے سامنے واضح ہوتی چلی جاتی ہیں پھر وہ یقین کی اس منزل پر ہوتا ہے کہ بلاشبہ تخلیق کائنات کے ابتدائی مرحلے سے لے کر انسان کی پیدائش تک اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان میں جو کچھ پیدا کیا وہ انسان کی فلاح وبہبود اور نفع رسانی کے لیے پیدا کیا۔ بے شمار نعمتیں عطا کیں ان تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا انعام واکرام رشد وہدایت کا وہ نظام ہے جو رسولوں کی بعثت اور آسمانی صحیفوں کے ذریعے قائم کیا گیا۔ ہدایت واصلاح کا یہ نظام اگر بنی نوع انسان کے لیے نہ ہوتا تو یہ انسان آج اشرف المخلوقات نہ کہلاتا۔ حیوانوں سے بدتر اور گم کردہ راہ پر ہوتا ارشاد ہوتا ہے:

اولئک کالانعام بل هم اضل ٥(الاعراف. ۱۷۹)

☆انچارج، شعبہ القرآن والسنہ، کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی

جب اللہ تعالیٰ کو یہ مقصود ہوا کہ نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم کرے تو اس نے کائنات کی رہنمائی کے لیے قرآن کی صورت میں وہ صحیفہ آفاقی نازل کیا جو ابد تک کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ ہر دور، ہر زمانے اور ہر عہد کے لیے مشعلِ کائنات ہے جس سے کائنات کی ہر جہت روشن ہے، شرط صرف غور و فکر کی ہے۔

اس آخری اور ابدی دستور کی اہمیت پر اللہ کی جو شہادتیں ہمارے سامنے ہیں ہم ان پر جتنا غور کرتے جائیں گے اتنا ہی ہم پر یہ حقیقت واضح ہوتی جائے گی:

مافرطنافی الکتاب من شیءo (۶ : ۳۸)

''ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کو ادھورا نہیں چھوڑا۔ یہی وہ حکم ہے جو قاری کو یہ پیغام دیتا ہے کہ زمین کے ذرّے سے لے کر آسمان کی وسعتوں تک کا علم اس کتاب میں موجود ہے۔ لہذا سائنسی نتائج کسی بھی نہج پر ہوں قرآن سے جدا نہیں ہو سکتے۔''

قرآن ۔۔عظمت و اہمیت

قرآن مجید فرقان حمید علم و حکمت کا سرچشمہ ہے یہ وہ الہامی و آفاقی کتاب ہے جو کائنات کے جملہ علوم پر محیط ہے کیوں نہ ہو کیوں کہ خالق کائنات کا کلام ہے۔ اس رب العلمین کا جس نے اس عظیم کتاب میں کائنات کے ذرّے سے لے کر آسمان کی وسعتوں تک کو بیان کیا گیا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ شئے کی ماہیت و تخلیق کے ساتھ انسانی سرشت و خلقت کو جس انداز میں اس الہامی کتاب میں ذکر کیا گیا ہے دنیا کی کوئی اور کتاب پیش کرنے سے قاصر رہی تخلیق کائنات میں غور فکر کی دعوت

''سَنرِیهم آیَاتِنا فِی الآ فَاقِ وَفِیی انفسِهِم حَتّی یَتَبَیّنَ لَهم اَنه ا لحَقo'' (۴۱ : ۵۳)

کی صورت میں جب انسان کو ملی تو یہی غور و فکر اصطلاح میں سائنس کہلایا، زیر نظر مقالے میں کوشش یہ کی گئی ہے کہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ سائنس کوئی انہونی چیز نہیں بلکہ اسرار و رموز کائنات میں غور و فکر کے حاصل کردہ نتائج علم سائنس کے نام سے موسوم ہوئے جس کا مصدر و منبع یقیناً قرآن ہے۔ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک کوئی بھی سائنسدان قرآن کی حقانیت سے منکر نہیں۔ بالواسطہ یا بلاواسطہ قرآنی رہنمائی از بس ضروری ہے چونکہ سائنس مسلمانوں کے ذریعے ہی مشرق و مغرب میں پھیلا، پہلا مسلم سائنس داں جابر بن حیّان ہوا لہذا یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ سائنس قرآن سے جدا نہیں۔ آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اپنی سائنسی تحقیق کا رخ قرآنی علوم کی روشنی میں ان اعلیٰ منزلوں کی طرف موڑ دیں جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیے مقرر فرمادی

ہیں تا کہ معرفت الٰہی سے آگہی ہو۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کی بے شمار آیات جہاں اللہ جلِ شانہ کے خالق ومصور، محفظ و مدبر، صانع و موجد ہونے کی گواہی دیتی ہیں۔ وہاں سائنسی مظاہرے کے بارے میں استدلال بھی کرتی ہیں، قرآن مجید ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے جو بنیادی طور پر سائنسی علوم کی اساس ہے۔ قرآن جن سائنسی حقائق کو اپنے مخصوص حکیمانہ انداز میں بے نقاب کرتا ہے ان کو مختصراً ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

انسانی جنین کی نشو ونما قرآن اور سائنس کی روشنی میں:

قرآن مجید میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان کے جنین کی ترقی کے مراحل کا ذکر صاف صاف اور واضح الفاظ میں فرماتے ہیں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ خَلَقنا الانسان سُلٰلَةٍ منْ طِين ثُمّ جَعَلنٰهُ نطْفَةً فِىْ قَرار مَّكِيْن ثُمّ خَلَقْنا النطفة عَلَقَة فَخَلقنا الْعَلَقَة مُضْغَة فَخَلَقْنا المُضغة عِظٰماً فَكَسَوْنَا العظٰم لَحماً ثُمَّ اَنشأنٰهُ خَلْقاً اٰخر فَتَبٰرك الله احسن الخَالِقِيْنo

ترجمہ:۔

''اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (جوہر) سے بنایا ہے پھر ہم ہی نے اسے حفاظت کی جگہ (رحم مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا پھر ہم نے اس قطرہ کو خون کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم ہی نے اِس لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر ہم نے ہی اس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر اِن ہڈیوں پر ہم نے گوشت چڑھایا پھر ہم ہی نے اس کو ایک نئی صورت میں (انسان بنا کر) کھڑا کیا تو اللہ ہی برکت والا ہے جو سب سے بہتر بنانے والا''[1]

ماہرین جینیات (Embryologists) دریائے حیرت میں غرق ہیں کہ وہ کتاب قرآن مجید جو چودہ سو سال پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں جنین کی افزائش وارتقاء کے بارے میں اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان ہے۔ جہاں تک جینیات کی تاریخ کا تعلق ہے انسانی جنین کے مراحل اور اس کی درجہ بندی کے بارے میں بیسویں صدی تک معلومات بہت محدود تھیں اس بناء پر انسانی جنین کی تفصیلات جو قرآن میں مذکور ہیں سائنس دانوں اور ماہر جینیات کے لئے باعث حیرت ہیں۔

''کیتھ لی مور'' اپنی کتاب The Developing Human میں قرآن کی اس خصوصیت کے بارے میں تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے؛

"Embryologists will be surprised to find in the Quranic text, revealed to Prophet Muhammad (PBUH) 1400 years ago, information on the stages of development of the Embryo"

''ماہرین جینیات قرآن کے اس متن کو دیکھ کر انتہائی حیران ہیں جو کہ پیغمبر محمد ﷺ پر چودہ سو سال قبل نازل ہوا تھا'' جنین کی مختلف مرحلوں پر نشوونما کے بارے میں معلومات پر جنین کی رحم مادر میں مرحلہ وار نشوونما ماہرین جینیات کے نزدیک کچھ اس طرح سے ہے کہ؛

''حمل کے وجود میں آجانے کے بعد وہ 'بیضہ انثی' جس میں حمل ہوا ہے نطفہ دو خلیوں میں تقسیم ہو جاتا ہے پھر یہ دو خلیے چار میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور تقسیم کا یہ عمل برابر جاری رہتا ہے، یہاں تک کہ بہتر گھنٹوں میں یہ توت کے سائز کا ہو جاتا ہے پھر اس کا سائز تھوڑا تھوڑا بڑھتا رہتا ہے ، اس مرحلے میں اس کو کرہ جرثومیہ کہتے ہیں۔ یہ کرہ جرثومیہ 'خصیۃ الرحم' کی نالی میں ان باریک اور چھوٹے چھوٹے بالوں کے ذریعے حرکت کرتا ہے۔ جو نالی میں موجود ہوتے ہیں، پھر حرکت کرتے کرتے یہ جرثومی کرہ پانچ سے سات دن کے عرصے میں بچہ دانی تک پہنچتا ہے اور بچہ دانی کے پردے میں چمٹ جاتا ہے''

اب یہاں ایک نیا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے جسے علقہ کا مرحلہ کہتے ہیں، دوسرے ہفتے میں اس کی خارجی جھلی اور داخلی جھلی ظاہر ہوتی ہے، بیسویں اور اکیسویں دن کے درمیان علقہ کے محور کے دونوں جانب جسمانی ٹکڑے ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور علقہ 'مضغۃ' کے مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے اور تیسویں دن تک جسمانی حصوں کا ظہور برابر جاری رہتا ہے اور چوتھے ہفتے کے آخر تک کوئی عضو دوسرے عضو سے ممیز نہیں ہوتا، اس مرحلے کو مضغۃ غیر مخلقۃ یعنی ایسا گوشت کا لوتھڑا جس میں انسانی اعضاء کے باہم ممتاز ہونے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور تیسرے مہینے کے آخر میں اعضاء کی تخلیق کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور چوتھے مہینے کے شروع میں اعضاء کی تخلیق کا عمل مکمل ہو جاتا ہے اس مرحلے کو 'مضغۃ مخلقۃ' کا نام دیا جاتا ہے۔[۲]

قرآن مجید اس ساری تفصیل کو جسکو ماہرین جینیات نے سالوں کی محنت اور تحقیق کے بعد بتایا ہے اپنی ایک آیت میں یوں بیان کیا ہے۔ ''پانچویں اور چھٹے ہفتے میں ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں، پھر چھٹے اور ساتویں ہفتے میں ہڈیوں پر چڑھا دیئے جاتے ہیں، تیسرے مہینے کے آخر اور چوتھے مہینے کے شروع میں جنین میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ چوتھا مہینہ شروع ہونے کے بعد حرکت قلب شروع ہو جاتی ہے۔ اسی حقیقت کو قرآن مجید ایک اور جگہ بھی بڑی صراحت کے ساتھ بیان فرماتا ہے ارشاد ہوتا ہے:۔

يٰاَيُّهَاالنَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ
ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ
مَانَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلاً ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا اَشُدَّكُمْ٥

ترجمہ:

''اے لوگو! اگر تم دوبارہ جی اٹھنے کی طف سے شک میں ہو تو اس میں غور کر لو کہ ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت سے کہ بعض پاری ہوتی ہیں اور بعض ادھوری، تاکہ ہم تمہارا حساب لیں اور اپنی قدرت ظاہر کر دیں اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں ٹھہرائے دیتے ہیں، ایک مقررہ مدت تک، پھر ہم تمہیں بچہ بنا کر پیٹ سے باہر لاتے ہیں، تاکہ تم بھرپور جوانی تک پہنچ جاؤ[۳]

ان آیات مبارکہ میں تخلیق کے مختلف مراحل میں انسانی اعضاء کی تشکیل، ہڈی اور گوشت میں نمو کا عمل اور دیگر تفصیلات کو بالکل اسی طرح بیان کیا گیا ہے جس طرح جدید سائنس میں اس کو مرحلہ وار تحقیق کی صورت میں مدون کیا گیا ہے۔

"It has been a great pleasure for me to clarify statement in the Quran about Human Development, It is clear to me that these statements must have come to Muhammad from God, because almost all of this knowledge was not disclosed until many centyries later, this proves to me that Muhammad must have been a messenger of God"[۴]

قرآن مجید میں انسان کی پیدائش کے متعلق مختلف مقامات پر ایک نئے اور اچھوتے انداز میں معلومات دی ہیں اور ہر جگہ پر ایک ٹھوس سائنسی توجیح کو اتنے موثر انداز میں بیان کیا ہے کہ پڑھنے والا انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ اس دور میں نازل ہوا جب جینیاتی تحقیقات کے سلسلے میں بہت کم معلومات وتحقیقات ہوئیں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ پر جنین کو تین اندھیروں کے حجات میں بیان کیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ
اَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِكُمُ
اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ٥

ترجمہ:۔

''اسی نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر وہی ہے جس نے اس جان کو جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے مویشیوں میں سے آٹھ نر و مادہ پیدا کئے، وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین باریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے، بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے، کوئی معبود نہیں اس کے سوا پھر تم کدھر پھرائے جاتے ہو'' ۵

سائنس اس بات کو آج ثابت کر چکی ہے تحقیق، تجربے اور طویل مشاہدے کے بعد وہ اس مقام تک پہنچی ہے کہ مذکورہ بالا تین حجابات کو بیان کر سکے۔ سائنس کی زبان میں یہ تین حجابات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پہلا مادری شکمی دیوار (The maternal anterior abdomind)

(۲) رحمی دیوار (The uterine wall)

(۳) غلاف جنین جھلی (The amniochorionic membrane)

سائنسی تحقیقات کے مطابق یہ پہلا مرحلہ بیض والا خلیہ رحم کی دو نالیوں میں زرخیز پذیر ہوتا ہے، زندگی کی ابتداء کا تجربہ اس حیاتیاتی خلئے کو اس پہلے مرحلے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کو قرآن کی اصطلاح میں پہلا اندھیرا (حجاب) کہہ سکتے ہیں، زرخیز شدہ بیض کا خلیہ رحم کی دیوار لعاب دار جھلی جسے (Intrayuterine Epitherlium Endometrium) بھی کہتے ہیں اس میں پہنچتا ہے اور وہاں جڑ پکڑ کر مناسب جگہ قائم کر لیتا ہے، یہ عورت کے تولیدی نظام میں بیض نالیوں (Fallopian Tubes) کے راستہ سے گزر کر رحم مادر (Uterus) میں چلا جاتا ہے اور وہاں ایک خاص مقام پر ٹھہر جاتا ہے، اس جگہ کو قرآنی اصطلاح میں دوسرا اندھیرا (حجاب) کہا جاتا ہے، تیسرا اندھیرا یا حجاب جس کا قرآن میں ذکر ہے وہ جگہ ہے جہاں اعصابی نظام (Nervous System) پٹھے (Muscles) اور آنتیں (Vicerae) تخلیق ہوتی ہیں۔ ان تین اندھیروں کو قرآن پاک میں پہلے ہی مذکور کیا گیا اور ان کی سائنسی توجیح موجودہ زمانے میں ہوئی۔

''پھر ہم نے رکھا اس کو پانی کی بوند کر کے ایک جمے ہوئے ٹھکانے میں، پھر بنایا اس بوند سے لہو جما ہوا، پھر پہنایا ان ہڈیوں پر گوشت، پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا ہے''۔ ٦

اس آیت مبارکہ میں افزائش کے مراحل کو ہم درج ذیل ادوار میں تقسیم کرتے ہیں جن کو جدید ریسرچ نے ثابت کیا ہے۔

نطفہ:۔ اس کے معنی پانی کا ایک معمولی سا قطرہ (A drop)

علقہ:۔ اس کے معنی جونک کا ڈھانچہ (Leech like Structure)

مضغتہ:۔ اس کے معنی دانتوں سے چبائے ہوئے جیسا ڈھانچہ (Chewed like structure)

عظام:۔ اس کے معنی ہڈیاں یا پنجر (Bones or Skeltons)

کسل العظام باللحم:۔ اس کے معنی ہڈیوں پر کپڑے پہنانا، گوشت کے ساتھ یا پٹھوں کیساتھ

(Clothing of bones with flesh or muscle)

نشاء:۔ اس کے معنی جنین کی واضح تشکیل (The formation of distinct fetus)

پروفیسر مور نے یہ وضاحت کی کہ یہ قرآنی تقسیم قبل از ولادت کے مختلف مراحل کی ہے، انہوں نے مزید بتایا کہ یہ قرآنی تقسیم نہایت قابل فہم عملی اور اعلیٰ سائنسی صراحت کے ساتھ ہے۔ ے

پہاڑوں کی ساخت قرآن اور سائنس کی روشنی میں:

قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں سورۃ النباء میں ارشادِ باری تعالی ہے:

اَلَمْ نَجْعَلِ الاَرْضَ مِهٰداً وَّالْجِبَالَ اَوْتَاداًo

''کیا ہم نے زمین کو تمہارا فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو اس کی میخیں'' ۸

جدید زمینی سائنس نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ پہاڑ سطح زمین کے نیچے گہری تہیں رکھتے ہیں یہ تہیں گہرائی میں مضبوطی کے ساتھ زمین میں جمی ہوئی ہوتی ہیں اس طرح پہاڑ کھونٹے کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ پہاڑوں کی صورت حال کو صحیح طور پر واضح کرنے کے لئے مناسب ترین لفظ 'میخ' ہے جس کو ہم کیل بھی کہہ سکتے ہیں اور یہ میخیں سطح زمین کے اندر مضبوطی سے جمی ہوئی اور چھپی ہوئی ہوتی ہیں سائنسی تحقیق سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ پہاڑوں کے نیچے گہری تہوں کا نظریہ (theory) انیسویں صدی کے آدھے سے زیادہ گزر جانے کے بعد معلوم ہوا۔ ۹

''پہاڑ زمین کی تہہ (پرت) کو مضبوطی سے جمانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔'' ۱۰

یعنی پہاڑ ایک ایسی رکاوٹ ہیں جو زمین کو ہلنے جلنے اور کسی بھی قسم کی اضطرابی حرکت سے محفوظ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی سورۃ النحل آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔

''اور زمین پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا تا کہ زمین تم کو لیکر کسی طرف جھکنے نہ پائے اور ندیاں اور راستے بنائے تا کہ تم منزل پر پہنچ سکو'' ۱۱

اس طرح سطح زمین کی ساخت کے بارے میں حالیہ نظریہ ہے کہ پہاڑ زمین کو استحکام عطا کرتے ہیں، یہ بات زمینی علوم کے ماہرین کے علم میں ۱۹۶۰ء کے بعد آئی ہے۔ کیا حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں کوئی شخص پہاڑوں

کی صحیح شکل کو جانتا تھا؟ کیا اس وقت کوئی شخص یہ تصور کر سکتا تھا کہ یہ بڑے اور ٹھوس پہاڑ جو اِس کے سامنے موجود ہیں زمین کی گہرائی میں ان کی تہیں پھیلی ہوئی ہیں جس کو آج کے سائنس دان وثوق سے بیان کرتے ہیں۔ علم ارضیات (Geology) کی کتابوں کی ایک بہت بڑی تعداد میں جب پہاڑوں کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ زیادہ تر پہاڑوں کے ان حصوں کا تذکرہ کرتے ہیں جو زمین کے اوپر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابیں علم ارضیات کے ماہرین کی لکھی ہوئی نہیں ہیں لیکن جدید ترقی یافتہ علم ارضیات نے قرآنی آیات کی سچائی کو ثابت کر دیا ہے۔ پروفیسر سیاویدا نے تمام پہاڑوں کی شکلوں کو خواہ وہ سمندروں میں ہوں یا زمین کے اوپر ان کی شکل اور ساخت کی وضاحت کی وہ میخ یا فانہ (Wedge) کی طرح کی ہوتی ہے۔ آنحضورﷺ کے زمانے میں جب تقریباً ساتویں صدی عیسوی کا دور تھا اس وقت کوئی شخص یہ تصور کر سکتا تھا کہ ضخیم ٹھوس پہاڑ اپنی ساخت و ہیت کے اعتبار سے کیا ہیں؟ ان کی کثافت کیا ہے وغیرہ وغیرہ قرآن مجید نے اس دورِ جاہلیت میں اس بات کو واضح کیا کہ

وَالْجِبَالَ اَوْ تَادًاo

''اور پہاڑوں کو میخیں بنایا'' [۱۲]

مذکورہ بالا آیت مبارکہ کو جدید ریسرچ اپنے انداز میں کچھ اس طرح سمجھاتی ہے کہ براعظمی پہاڑوں اور سمندری پہاڑوں کے درمیان بنیادی فرق ان کے طبع (مواد) کا ہے۔ براعظمی پہاڑ بنیادی طور پر رسوب (Sediments) سے بنے ہوئے ہیں جبکہ سمندری پہاڑ آتش فشانی چٹانوں (Volcanic Rocks) سے بنے ہوئے ہیں۔ براعظمی پہاڑ انضباطی دباؤ (Compressional forces) کے تحت تشکیل پاتے ہیں، جبکہ سمندری پہاڑ توسیع دباؤ (Extensional Forces) سے تشکیل پاتے ہیں لیکن دونوں اقسام کے پہاڑوں میں مشترکہ نصب نما (Denominator) یہ ہے کہ دونوں کی جڑیں ہوتی ہیں جو کہ پہاڑوں کو سہارا دیئے رہتی ہیں، براعظمی پہاڑوں کے معاملے میں ہلکا نشیبی کثافتی مواد پہاڑوں سے نیچے کی جانب زمین میں جڑ کے طور پر قوت پکڑتا ہے لیکن سمندری پہاڑوں کے مطالعے میں ہلکا مواد پہاڑوں کے نیچے زمین میں جڑ کے طور پر قوت پکڑتا ہے، لیکن پہاڑوں کے معاملے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ مواد ہلکا نہیں ہوتا بلکہ آمیزش یا ہلکی ساخت کا ہوتا ہے۔ لیکن یہ گرم ہوتا ہے اس لئے قدرے بھدا ہوتا ہے۔ لیکن کثافتوں کے نقطہ نظر سے یہ وہی کام یعنی پہاڑوں کو سہارا دینے کا کام کرتا ہے۔ جڑوں کو پہاڑوں کو سہارا دینے کا کام ارشمیدس کے قانون (Law of Archimedes) کے مطابق ہوتا ہے۔ ثابت یہ ہوتا کہ قرآن پاک میں 'میخیں' کی جو اصطلاح زمینی یا براعظمی پہاڑوں کے لئے استعمال کی گئی ہے اور اس کے بعد اس کو کافی نہیں سمجھا گیا بلکہ سمندری پہاڑوں کے لئے (جیسے ماہرین ارضیات کہتے ہیں) 'سہارا' دینے کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ قرآن کے اسلوب بیان میں کس طرح جامع انداز میں دو بڑی

ارضیاتی حقیقتیں بے نقاب کی ہیں ۔جن کو ثابت کرنے کے لئے ماہرین ارضیات نے ایک طویل عرصے تک 'جہد مسلسل' سے کام لیا وہ اس بات پر حیراں ہیں کہ کیا کوئی مذہبی کتاب جو بالعموم دعاؤں اور مناجات کا مجموعہ ہوتی ہے اس میں اتنی بڑی تحقیق کو دو الفاظ میں بیان کر دیا جائے گا۔

سورۃ النحل کی آیت مبارکہ میں جو حقیقت بیان کی گئی ہے کہ زمیں پر پہاڑوں کے بوجھ کو رکھ دیا گیا تا کہ زمین جھکنے نہ پائے اس میں بوجھ کی اصطلاح استعمال کی گئی ۔یعنی پہاڑوں کو بوجھ کہا گیا اور اس کے بعد آیت میں اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ یہ 'بوجھ' زمیں کو متوازن رکھتا ہے' تا کہ یہ تم کو لیکر کسی طرف جھکنے نہ پائے' پھر فرمایا گیا والجبال ارسٰہاء اور پہاڑوں کو قائم کر دیا گیا۔[۱۳]

یہ وہ ارضیاتی انکشاف ہے جس کو موجودہ صدی میں دریافت کیا گیا اور اس دعوے کے الفاظ بھی ہو بہو وہی ہیں جو قرآن کے ہیں :

> ''یہ پہاڑ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے اور زمیں کو بھی بعض خاص قسم کے اضطرابات سے محفوظ رکھنے والے ہیں'' [۱۴]

اس دعوی کے مطابق پہاڑ ایک ایسا بوجھ ہیں جو زمیں کو جھکنے اوپر اٹھنے یا کسی بھی قسم کی اضطرابی حرکت سے محفوظ رکھنے کے لئے بنائے گئے ہیں ۔اس دعوے کو قرآن اور سائنس دونوں نے ثابت کیا۔لیکن قرآن نے اس کو اس وقت ثابت کیا جب انسان جاہلیت کی انتہا پر تھا اور سائنس نے اب ثابت کیا جبکہ انسان (Extreme) پہ ہے یعنی مادی سائنسی عروج کے زمانہ میں ۔

قرآن میں زمین کے پست ترین مقام کی نشاندہی اور سائنس :

اللہ تبارک وتعالی قرآن مجید کی سورۃ روم میں فرماتے ہیں

''الٓمّٓ o غُلِبَت الروم o فِی اَدْنیَ الَارضِ وَهُم مِن بَعدِ غَلَبِهِم سَيَغلِبُون o''

ترجمہ:۔

> ''مغلوب ہو گئے ہیں رومی، ملتے ہوئے ملک میں اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوں گے'' [۱۵]

اس آیت مبارکہ میں 'ادنی' کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے جس کے معنی 'قریب'، 'گہرائی' یا 'پست ترین' کے لئے جاتے ہیں تمام مفسرین قرآن اس بات پر متفق ہیں کہ 'ادنی الارض' سے مراد جزیرہ عرب سے قریب ترین زمین ہے۔تاہم دوسرے معنی کے اعتبار سے اس کا مفہوم 'پست ترین مقام' کے بھی ہیں ۔ جب زمین کے سب سے

نچلے حصے کی تلاش وتحقیق ہوئی تو ماہرین نے اسی مقام پر اس بات کی شہادت دی جہاں لڑائی میں رومیوں کو شکست ہوئی تھی، جب ' پروفیسر پالمر' سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے تکرار سے یہ کہا کہ دنیا میں اور بھی ایسے مقامات ہیں جو قرآن مجید میں مذکور مقام سے بہت نشیب میں ہیں۔انہوں نے یورپ اور امریکہ میں ایسے مقامات کی نشاندہی بھی کی اور ان کے نام بھی بتائے ان کو اصرارا یہ بتایا گیا کہ قرآنی معلومات بالکل درست ہیں، ان کے پاس جغرافیائی کرہ (Geographical Globe) موجود تھا جو ارتفاع (Elevation) اور انخفاض (Depression) بتاتا تھا انہوں نے کہا کہ اس ارض نما کرہ کے ذریعے زمین کے پس ترین مقام کی نشاندہی کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔انہوں نے اپنے ہاتھوں سے ارض نما کرہ کو گھمایا، یروشلم کے نزدیک کے علاقے پر مخصوص نشان پر مرتکز کردیا ان کو تعجب ہوا کہ اس علاقے کی جانب ایک علامت ان الفاظ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"The lowest part of the face of the earth"

''سطح زمین پر سب سے پست ترین مقام''

' پروفیسر پالمر' نے یہ تسلیم کرلیا کہ ' مسلمانوں کی اطلاعات بالکل درست تھیں' انہوں نے گفتگو جاری رکھی اور کہا کہ جیسا کہ آپ اس ارض نما کرہ کی جانب دیکھ رہے ہیں یہی کرہ ارض پر سب سے پست ترین مقام ہے یہ بحر مردار (Dead Sea) کے علاقے میں ظہور پذیر ہوا ہے اور دلچسپی کی بات یہ ہے کہ اس ارض نما کرہ پر نشان لگا ہوا ہے کہ "Lowest Point"۔اس موقع پر پروفیسر پالمر نے تسلیم کیا کہ یہ ایک ایسی کتاب ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کی تفصیلات بتاتی ہے۔انہوں نے قاہرہ میں ایک کانفرنس میں اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا جو کہ قرآن مجید کی ارضیاتی علوم پر مشتمل ایک بے مثال مقالہ تھا۔انہوں نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں سائنس کے شعبہ کے رسم معمولہ کیا تھے۔لیکن اس وقت علم اور وسائل کی کمی کے متعلق ضروری معلومات ہیں۔میں بغیر کسی شک وشبہ کے کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید آسمانی علم کی روشنی ہے جو کہ حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے ان کے مقالہ کے آخری الفاظ تھے؛

"We need research into the history of early Middle Eastern oral traditions to know whether in fact such historical events have been reported. If there is such record, it strengthenes the belief that Allah transmitted through Muahammad bits of his knowledge that we have discovered for ourselves in recent time. We look forward to a continuing dialogue on the topic of science in the Quran in the context of Geology. Thank you very very much"

نظریہءکائنات قرآن اور سائنس کی روشنی میں:

قرآن مجید میں کائنات کے بارے میں اجمالی طور پر بہت کچھ کہا گیا ہے جس میں یہ تاکید ہے کہ کائنات کی چیزوں پر غور وفکر کرو اس میں تدبر کرو۔لیکن ابتدائے کائنات کے بارے میں بڑی تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ اسۡتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَھِیَ دُخَانٌ ○

''پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ اس وقت تک دھویں کی طرح تھا''[۶]

کیونکہ زمین اور آسمان اسی 'دھویں' سے بنائے گئے ہیں۔ جدید علم کائنات (Science of Modern Cosmology) مشاہداتی اور نظریاتی طور پر یہ بتاتی ہے کہ ایک وقت ایسا بھی تھا کہ جب تمام کائنات دھویں کا بادل تھی۔ایک مبہم مگر بہت زیادہ ٹھوس اور گرم گیسوں کا مجموعہ۔ یہ جدید علم کائنات (Modern Cosmology) کی غیر متنازعہ حقیقت ہے۔اب سائنس دان اس باقی دھویں میں سے نئے ستاروں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں، ہم اس دھویں کے مادہ میں رات کو ان جگمگاتے ہوئے ستاروں کو اس طرح سے دیکھ سکتے ہیں کہ زمین اور آسمان ایک دوسرے سے ملے ہوئے وجود تھے پھر ایک قسم کے دھویں(Homogeneous Smoke) سے ان کو بنایا گیا ہے اور ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا۔ ڈاکٹر الفرڈ کرونر Dr. Alfred Kroner دنیا کے معروف ماہر علم الارضیات میں سے ایک ہیں وہ کہتے ہیں کہ؛

"Thinking where Muhammad came from .... Think it is almost impossible that he could have known about thing like the common origin of the universe, because scientists have only found out within the last few years, with very complicated and advanced technological methods. That his is the case"[۷]

سائنسی تحقیقات کے ذریعے کائنات کے جو حقائق معلوم ہوئے ہیں وہ قرآن مجید کی دعوت کو ہر سطح پر ثابت کرتے ہیں۔قرآن مجید نے آغاز کائنات کا ایک خاص تصور دیا ہے۔کائنات کے آغاز کے بارے میں یہ تصور انسان کے لئے بالکل نامعلوم تھا اور نزول قرآن مجید کے زمانے میں تو اس کا تصور بھی کسی کے ذہن میں نہیں گزر سکتا تھا مگر جدید مطالعہ نے حیرت انگیز طور پر اس کی تصدیق کی ہے آغازِ کائنات کے بارے میں قرآن مجید کا یہ بیان ہے کہ؛

ترجمہ: ''کیا یہ منکرین یہ نہیں دیکھتے کہ زمین و آسمان دونوں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے ان کو الگ الگ کر دیا''

کائنات کے بارے میں جدید ترین تصور یہی ہے جو قرآن نے مختصراً الفاظ میں آج سے کئی صدیوں پہلے

بیان کردیا۔ مختلف قرائن اور مشاہدات کی بنیاد پر سائنس دان اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ کچھ ہزار سال پہلے کائنات کا مادہ جمود اور سکون کی حالت میں تھا۔ یہ ایک بہت ہی سخت اور انتہائی گرم گیس تھی تقریباً پچاس کھرب سال پہلے ایک زبردست دھماکے سے پھٹ پڑی، قرآن مجید کی یہ بات حیرت انگیز طور پر جدید انکشافات سے صحیح ثابت ہوتی ہے۔ جس کو قرآن نے 'رتق' اور 'فتق' سے تعبیر کیا ہے۔ پہلی بار اس کی معنویت ۱۹۶۷ء میں سامنے آئی جب کہ جارج لیما ترے نے 'بگ بینگ' (Big Bang) کا نظریہ پیش کیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ زمین پر ایک ایسا وقت گزرا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو پھاڑ کر پھیلا دیا۔

ترجمہ:

''بھلا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا، اسی نے اس کو بنایا، اس کی چھت کو اونچا کیا پھر اس کو برابر کر دیا۔
اسی نے رات تاریک بنائی اور دھوپ نکالی اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا'' [۱۸]

قرآن مجید کے یہ الفاظ جدید ترین نظریہ 'انتشار اعظم' (Theory of drifiting continents) کے عین مطابق ہے۔ اس نظریہ کو پہلی بار ۱۹۱۵ء میں جرمن ماہر ارضیات 'الفرڈ ویجنر' (Alfred Wegener) نے پیش کیا تھا، آغاز کائنات کے بارے میں قرآنی نکتہ نگاہ کو صحیح اور درست سائنس نے تسلیم کر لیا مگر جدید سائنس دانوں اور ماہرین علم کو اس بات نے ورطہ حیرت میں ڈالا ہوا ہے کہ ہر علم آسمانی علم ہو سکتا ہے اور اس آسمانی علم کو تسلیم کرنا ایمان کی بنیاد ہے وہ یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ محمد ﷺ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے یہ یقیناً ''وحی الہیٰ'' ہے اس حقیقت کو 'ڈاکٹر الفرڈ' یوں بیان کرتے ہیں کہ؛

"Somebody who did not know something about physics fourteen hundred years ago could not, I think be in a position to find out from his own mind, for instance, that the earth and the heavens and the same origin" [۱۹]

کائنات کی وسعت پذیری قرآن اور سائنس کی روشنی میں:

قرآن مجید نے کائنات کے پھیلاؤ کا انکشاف چودہ سو سال پہلے کر دیا تھا۔ جب کہ فلکیات کی سائنس ابھی اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہی ہے قرآن میں اس بات کو یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

''آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا ہے اور ہم اس میں مسلسل توسیع کر رہے ہیں'' [۲۰]

اس آیت میں آسمان کا لفظ قرآن کریم میں دیگر بہت سے مقامات کی طرح خلا اور کائنات کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور قرآن نے انکشاف کیا ہے کہ کائنات میں مسلسل و پیہم 'توسیع' کی جا رہی ہے اور یہ آج کے دور کی

سائنس کے اخذ کردہ نتائج میں سے بہت اہم نتیجہ ہے۔۲۰ویں صدی کی آمد تک دنیائے سائنس میں ایک ہی نظریہ مروج تھا کہ' کائنات بالکل غیر متغیر اور مستقل نوعیت رکھتی ہے اور لا متناہی عرصہ سے ایسی ہی چلی آرہی ہے' تاہم تحقیق ومشاہدہ اور ریاضیاتی جانچ پڑتال، جو جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے جاری تھی اس سے انکشاف ہوا کہ اس کائنات کا ایک نکتہ آغاز بھی تھا اور اس وقت سے یہ مسلسل پھیل رہی ہے۔۲۰ویں صدی کے شروع میں روسی ماہر طبیعات الیگزنڈر فرائیڈ میں اور بلجیم کے ماہر علم تکون عالم (Cosmologist) جارجز لیمیٹر کے جمع کردہ نظری حساب کتاب سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ کائنات مسلسل حرکت کر رہی ہے اور وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی ہے، اس انکشاف کی ۱۹۲۹ء کے مشاہدات سے تصدیق ہوگئی۔امریکی ماہر فلکیات ایڈوین ہبل نے اپنی دوربین سے آسمان کا مشاہدہ کرنے کے بعد انکشاف کیا کہ ستارے اور کہکشائیں ایک دوسرے سے مسلسل دور ہٹ رہی ہیں ایک ایسی کائنات جس میں ہر چیز، دوسری چیز سے پرے ہٹی جارہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مسلسل پھیل رہی ہے بعد کے برسوں کی تحقیق بھی اس مشاہدے کی تصدیق کرتی رہی ہے، قرآن نے یہ حقیقت اس وقت بیان کردی تھی کہ جب کسی کے ذہن میں اس کا وہم وگمان تک نہ تھا، یہ اس لئے کہ قرآن اس خدا کا کلام ہے جو پوری کائنات کا خالق و مالک اور حکمرانِ حقیقی ہے۔آسمانوں کی وسعت کے بارے میں جدید سائنس نے جو معلومات حاصل کی ہیں نزولِ قرآن کے وقت کسی انسان کے دل میں ان کا گزر تک نہ ہوا تھا، آسمان کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لئے 'نوری سال' ایک اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔مثلاً جب ہم سے یہ کہا جائے کہ ایک ستارہ ہم سے ایک نوری سال کے فاصلے پر ہے تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے تقریباً ۶۰۰۰ بلین میل دُور ہے تازہ ترین مشاہدہ میں ایسی کہکشاں بھی دیکھی گئی ہے جس کی روشنی ہم تک دس ارب نوری سال میں پہنچی ہے۔یعنی اس نے 'دس ارب پچانوے کھرب' کلومیٹر کا فاصلہ طے کیا ہے۔اتنے طویل فاصلے جہاں تک انسانی ذہن کی رسائی بھی کئی پیچیدگیوں سے ہوتی ہے اسی فاصلے کو قرآنی اصطلاح میں 'وسعت' کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔یعنی قرآن مجید میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ آسمان کی وسعتیں مزید سے مزید تر ہوتی جارہی ہیں۔ ہمارے اندازے کے مطابق جس میں سورج، چاند زمین اور ستارے محدود تھے۔اِس سے آگے جو جہاں ہیں وہ صرف خدا کے دائرہ علم میں ہیں اور اِن تک پہنچنے کے لئے انسان کو مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔

قرآن، فلکیات اور سائنس:

فلکیات ایک ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں جابجا قرآن میں لکھا گیا ہے کبھی آسمانوں کی پیدائش اور اِن کے قائم کرنے کی صورت میں کبھی ستاروں کے جُھرمٹ اور اِن کی گردش کے حوالے سے کہکشاؤں کے

بارے میں اور ستاروں کی ہیبت کے بارے میں قرآن مجید میں اِرشادِ ربانی ہے کہ؛

ترجمہ:۔

''کیا نہیں دیکھتے آسمان کو اپنے اُوپر، کیا ہم نے اِس کو بنایا اور رُونق دی اور اس میں نہیں ہے کوئی سُوراخ''۲۱؎

آسمان میں خلا یا شگاف (Rifts) کے متعلق 'پروفیسر آرم سٹرانگ' نے بتایا کہ آسمان میں کوئی سُوراخ، شگاف یا دراڑ واقعتاً نہیں ہے، اِن کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ فلکیات کی ایک شاخ ہے جسے مکمل عالم ظاہر (Integrated Cosmos) کہتے ہیں۔ حال ہی میں سائنس دانوں کے علم میں آئی ہے مثال کے طور پر ایک جسم کو خلا سے باہر ایک خاص فاصلہ سے کسی سمت لے جائیں پھر اسی فاصلے سے دوسری سمت پہنچائیں آپ اس کی کمیت کو ہر سمت میں ایک جیسی پائیں گے۔

قرآن مجید میں ایک جگہ پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:

''پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا، پھر کہا اس کو زمین کو آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے ہم آئے خوشی سے''۲۲؎

بعض سائنس دان کہتے ہیں کہ یہ اصطلاح 'دخان (Smoke) دھند یا کہر (Mist) ہے لیکن پروفیسر کوزائے کہتے ہیں کہ یہ اصطلاح دھند یا کہر اِس دھویں کے کوائف سے مشابہت رکھتی ہے کیونکہ دھند یا کہر کی خصوصیات ٹھنڈی ہوتی ہیں جبکہ یہ فلکیاتی دھواں (Cosmic Smoke) گرم ہوتا ہے۔ درحقیقت 'دخان' مائع گیسوں سے بنا ہے جس کے ساتھ ٹھوس مواد شامل ہے اور یہ دھویں کے بالکل صحیح کوائف ہیں جس سے کائنات اِرتقاء سے وجود میں آئی ہے۔ سائنس دان ایک عرصے تک دھویں پر تحقیق کرتے رہے بالآخر انہوں نے بتایا کہ تمام علامات ونشانیاں اسی بات کو ثابت کرنے کی طرف مرتکز ہوتی ہیں کہ ایک ایسا وقت بھی تھا کہ جب تمام آسمان ایک دھویں کا بادل تھا یہ مصدقہ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ اِس دھویں سے نئے ستارے تشکیل پا رہے ہیں جو کہ ہماری کائنات کا نقطہ آغاز ہیں کیونکہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ دھویں سے ستارے تشکیل پاتے ہیں اور دھویں کے باہر والے سرخی مائل حصے میں حرارت اور رُوشنیوں کی شکل میں جنم لیتے ہیں جبکہ دھواں درمیان سے کثیف ہوتا ہے اور اِس کے بعد وہ ضیا بار ہوتے ہیں۔ ۲۰ ویں صدی تک اس راز پر پردہ پڑا رہا لیکن قرآن اپنی اٹل حقیقتوں کو یوں بیان کرتا ہے۔ ارشادِ بارِی تعالیٰ ہے؛

وَالشَّمسُ تَجرِیُ لِمُستَقَرٍ لَّهَاؕ ذٰلِکَ تَقدِیرُ العَزِیزِ العَلِیمِ ۝

ترجمہ:

''اور سورج وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے یہ زبردست علیم ہستی کا ہی باندھا ہوا حساب ہے'' ۲۳

زمانہ قدیم سے عہد جدید تک یہ بات ثابت چلی آ رہی ہے کہ سورج ساکن ہے اور اس کے گرد تمام سیارے جن میں زمین بھی شامل ہے چکر لگا رہے ہیں اور یہ زمیں کا مدار کہلاتا ہے۔ سورج کی حیثیت ایک مرکزہ کی سی ہے جس کے گرد زمیں چکر کاٹتی ہے اور دیگر سیارے بھی یعنی سورج کو ایک مستقل ساکن جسم کی صورت میں پایا گیا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے الفاظ 'تجری' کے مفہوم کے مطابق 'چلنے' اور 'تیرنے' کی صورت حال کی غمازی کرتے ہیں۔ قرآنی بیان اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ سورج ساکن نہیں بلکہ دوسرے سیاروں کی طرح بھی ایک متحرک سیارہ ہے اکیسویں صدی میں آ کر یہ بات واضح کر دی گئی کہ ستارے تمام کے تمام گردش کرتے ہیں اور سورج بھی اس کے ساتھ گردش کرتا اور دُوڑتا ہے۔ قبل ازیں سائنس دانوں نے یہ سمجھا کہ سورج اپنے محور کے گرد ۲۶ دنوں میں ایک چکر مکمل کرتا ہے، لیکن وہ اسے ثابت بھی سمجھتے تھے ان کے خیال میں یہ منتقل ہوتا ہے نہ چلتا ہے لیکن آج یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بلاشبہ سورج دُوڑتا ہے اور جملہ نظامِ شمسی آسمان میں اِسی طرح دُوڑتا رہتا ہے جس طرح ہماری کہکشاں میں سارے ستارے دُوڑتے رہتے ہیں اور سورج اس سے آگے عجیب رفتار سے اپنے 'مستقر' کی طرف جیسا کہ قرآن مجید نے کہا ہے کہ بھاگا چلا جا رہا ہے۔ قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہوں پر سورج کو 'متحرک' قرار دیا ہے مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:

''اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب گویا آسمان میں تیر رہے ہیں'' ۲۴

ایک اور جگہ پر اسی بات کو یوں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ''سورج اور چاند ایک مقررہ حساب سے چل رہے ہیں'' ۲۵

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں قرآن نے علیحدہ علیحدہ پس منظر دکھایا لیکن سورج کو متحرک ہی قرار دیا۔ یہ وہی سائنسی انکشاف ہے جو کہ ایک طویل عرصے تک سائنس دانوں کی نظروں سے بھی اُوجھل رہا ہے مگر قرآن میں اِس بات کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ایک جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوراً وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِراجاً ٥

''اور چاند کو اِن میں نور بنایا ہے اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے'' ۲٦

اِس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چاند خود روشن نہیں ہے بلکہ وہ صرف سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے۔ سائنسی تحقیق اِس بات کو ثابت کر چکی ہے کہ چاند بذاتِ خود روشن نہیں بلکہ یہ روشنی کے لئے سورج کی روشنی کا محتاج ہے، جبکہ اِس کے برعکس سورج ایک روشن سیارہ ہے جو خود سے روشن ہے اس کے اندر جلنے والی آگ اور دیگر حرارتی و کیمیائی عوامل اِس کو روشن رہنے میں مدد دیتے ہیں، یہ بات جدید ماہرین فلکیات نے تقریباً ۲۰ ویں صدی کی نصف میں دریافت کی۔ لیکن قرآن اس بات کو ساتویں صدی میں صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ قرآنی اصطلاح میں 'سراجاً' سے مراد روشن چراغ ہے۔ جس کے مفہوم میں ایسا چراغ جو خود روشنی کا منبع و مرکز ہو، کسی دوسرے کی طرف سے روشنی کا محتاج نہ ہو، جبکہ چاند کے لئے 'نور' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی منبع و مرکز سے پھوٹنے والی روشنی میں روشن کیا گیا، مختصراً ایسا روشن جو کہ کسی روشنی کو منعکس کر کے خود روشن نظر آئے۔

پروفیسر ڈاکٹر یوشی ہیڈی کوزائے (Prof. Dr. Yoshihide Kozai) کو بعض ایسی قرآنی آیات بتائی گئی جو کہ فلکیات اور زمین و آسمان کے معاملات اور کائنات سے متعلق تھیں، انہوں نے اس پر انتہائی تحیر و تعجب کا اظہار کیا اور کہا:

"This Quran describes the universe as seen from the highest point, every thing seen is distinct and clear. He who said seen every thing in and in existence, seen from such a point there is nothing which can be unseen"

''یہ قرآن انتہائی بلند مقام سے کائنات کی وضاحت کرتا ہے ہر چیز واضح اور صاف ہے، اس نے جو کچھ کہا وہ حقیقت میں موجود ہے، ایسے مقام سے دیکھا ہے جہاں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے''

آسمان قرآن اور سائنس کی روشنی میں:

قرآن ہماری توجہ آسمان کی ایک دلچسپ خصوصیت کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہتا ہے کہ:

ترجمہ:

''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنا دیا مگر یہ ہیں کہ کائنات کی نشانیوں پر توجہ نہیں کرتے'' ۲۷

آسمان کی اس خصوصیت کو ثبوت ۲۰ ویں صدی کی سائنسی تحقیق سے ملا ہے۔ زمین کے گرد و پیش کی فضائی زندگی کے تسلسل میں ایک فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ چھوٹے بڑے بہت سے شہابیئے (Meteors) جب زمین کے قریب آتے ہیں تو یہ ان کو تباہ کر کے گرنے سے روکتی ہے اس طرح زندہ اجسام ان کی زد میں آنے سے محفوظ

رہتے ہیں۔ زمینی فضاء اس کے علاوہ خلا سے آنے والی روشنی کی ان شعاعوں کو فلٹر کرتی ہے جو زندہ اجسام کے لئے نقصاندہ ہوتی ہے اور صرف غیر مضر اور مفید شعاعوں یعنی مرئی روشنی' نیز بنفشی' شعاعیں جنہیں جزوی طور پر آنے دیا جاتا ہے پودوں کی ضیائی تالیف (Photosynthesis) جانداروں کی زندگی کے لئے ناگزیر ہوتی ہے۔ سورج سے نکلنے والی شدید بالا بنفشی (Intense Ultravoilet) شعاعوں میں سے بیشتر کو اوزون کی تہہ فلٹر کر دیتی ہے اور صرف اس تھوڑی سے تعداد کو زمین تک آنے دیتی ہے جو بقائے زندگی کے لئے ناگزیر ہوتی ہے۔ زمینی فضا کا یہ کردار یہیں تک محدود نہیں، یہ زمین کو مریخ سردی سے ٹھٹھر کر مردہ ہو جانے سے بھی محفوظ رکھتی ہے خلا کی یہ سردی 'منفی ۲۷۰' درجہ سینٹی گریڈ تک ہوتی ہے۔ زمین کو نقصاندہ اثرات سے صرف فضاء ہی نہیں بچاتی اس کے علاوہ ایک اور تہہ بھی حفاظتی کردار ادا کرتی ہے۔ یہ فان الن بیلٹ (Van Allen Belt) ہے جو زمین کے مقناطیسی میدان کی وجہ سے بنتا ہے۔ شعاعی پٹی بیسویں صدی کے وسط میں ایک امریکی ماہر طبیعات نے دریافت کی تھی، ان کا نام اسی کے نام پر رکھ دیا گیا ہے۔ سورج اور دیگر ستاروں سے مسلسل نکلنے والی مضر تابکاری کو روکنے میں وان بیلٹ بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ یہ تابکاری زندہ جسم کے لئے شدید طور پر مضر اثرات رکھتی ہے۔ اگر یہ پٹی نہ ہوتی تو سورج سے نکلنے والی انرجی، جو بکثرت خارج ہوتی رہتی ہے روئے زمیں پر زندگی کا بالکل خاتمہ کر دیتی ہے۔ یہ چونکہ زبردست ہیجان کے ساتھ لپکتی ہے اس لئے اسے سورج کے شعلے (Solar Flares) کہا جاتا ہے۔

حالیہ برسوں کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ صرف ایک شعلے سے نکلنے والی انرجی (ہیروشیما پر گرائے گئے بموں کے حوالے سے) ۱۰۰ ارب ایٹم بموں کی تباہ کاری کے مساوی ہوتی ہے۔ ہیروشیما پر ایٹم بم گرانے کے ۵۸ گھنٹوں کے بعد انکشاف ہوا تھا کہ کمپاس کی مقناطیسی سوئیوں میں غیر معمولی ارتعاش پیدا ہوا ہے اور سطح زمین سے ۲۵۰ کلومیٹر کی بلندی پر فضاء کا درجہ حرارت اچانک ۲۵۰۰ ڈگری سینٹی گریڈ تک جا پہنچا ہے۔ مختصر یہ کہ زمین کے اوپر زبردست حفاظتی نظام جو کرۂ ارض کو بیرونی خطرات سے بچا رہا ہے۔ سائنس دانوں کو اِس حفاظتی نظام کے بارے میں اب پتہ چلا ہے لیکن قرآن مجید نے ہمیں کئی صدیاں پہلے مطلع فرما دیا تھا۔ گویا قرآن مجید وہ الہامی کتاب ہے جس نے کائنات کے اسرار و رموز کو بخوبی بیان کیا۔ قرآن اور سائنس ایک ایسا موضوع ہے جس کے لیے دفتر درکار ہے۔

مندرجہ بالا توضیح سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ قرآن وہ ازلی و ابدی صحیفہ آسمانی ہے جس میں تخلیق کائنات کے ہر رمز کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے۔ اب یہ انسان کی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ قرآن کو غور و فکر کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرے تا کہ '' سَنریهم آیاتنا فِی الآ فَاقِ وَفِی انفسِهم حَتّی یَتَبَیّنَ لَهم انه الحق٥ '' کا حق ادا ہو سکے۔

حوالہ جات

(۱) القرآن المومنون ۱۲، ۱۳، ۱۴

(۲) مع الطب فی القرآن کریم، عبدالحمید وہاب، احمد قرقور صفحہ ۸۲

(۳) القرآن، الحج ۵

(۴) Reference for this saying, "This is Truth" Video Tap.

(۵) القرآن، الزمر ۶

(۶) القرآن، المومنون ۱۴

(۷) The Quran and Modern Science by Maurice Buccaile Page No 13.

(۸) القرآن، النبا ۶، ۷

(۹) The Geological Concept of Mountain in the Quran. Page No. 5.

(۱۰) The Geological Concept of Mountain in the Quran. Page No. 44, 45.

(۱۱) القرآن، النحل ۱۵

(۱۲) القرآن، النبا ۷

(۱۳) القرآن، النزاعت ۳۲

(۱۴) The Quran and Modern Science by Dr. Mourice Buccaile Page No. 10

(۱۵) القرآن، الروم ۱، ۳

(۱۶) القرآن، حم سجدہ ۱۱

(۱۷) This is the Truth, Video Tap.

(۱۸) القرآن، النزعت ۳۰...... ۲۷

(۱۹) This is the Truth Video Tape.

(۲۰) القرآن، الذریت ۴۷

(۲۱) القرآن، ق ۴

(۲۲) القرآن، حم سجدہ ۱۲

(۲۳) القرآن، یٰسین ۳۸

(۲۴) القرآن، یٰسین ۴۰

(۲۵) القرآن، الرحمٰن ۵

(۲۶) القرآن، نوح ۱۴

(۲۷) القرآن الانبیاء ۳۲